منظر کاظمی کی افسانہ نگاری: موضوعاتی مطالعہ

ڈاکٹر اشوک کمار بیٹھا

پٹنہ، بہار

ملخص

منظر کاظمی کا نام اردو افسانے میں تعارف کا محتاج نہیں۔ موضوعاتی اعتبار سے منظر کاظمی کے افسانوں میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ان کے یہاں موضوعاتی جدت اور موضوع کو برتنے کا انداز متاثر کرتا ہے۔ ہر طرح کے موضوعات کو انہوں نے اپنی کہانیوں میں برتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے وابستہ واقعات کو استعاراتی انداز سے برتنے میں ان کو مہارت ہے۔ لکشمن ریکھا کے افسانوں میں تاریخی واقعات کا اشاراتی انداز ان کو دوسرے افسانہ نگاروں سے انفرادیت بخشتا ہے۔ ان کے افسانوں میں معاشرے کی ناہمواریاں، چھوٹے چھوٹے مگر دیرپا اثرات والے واقعات اور زمین سے جڑی ہوئی سچائیاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ منظر کاظمی کا تعلق گاؤں سے رہا ہے۔ ان کا بچپن گاؤں میں گزرا۔ ابتدائی سے ثانوی سطح کی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ اس کے بعد دیہات نما شہر سے تعلق ہوا۔ پھر شہر آہن جمشید پور ان کا میدان عمل بنا۔ ان کا یہ سفر ان کی زندگی میں تحفہ سے کم نہ تھا۔ تجربات کی بھٹی میں تپ کر وہ کندن بنے۔ زندگی کی سچائی کو دیکھا تو پرفریب زندگی کا تماشہ بھی ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس لیے ان کے افسانوں میں سماجی اور سیاسی مسائل اور ان سے وابستہ بے شمار افکار ملتے ہیں۔ چونکہ افسانہ لکھنے کا ان کا انداز الگ ہے اس لیے بین السطور مشاہدہ ٹپکتا ہے۔ ان کے افسانوں کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ ان کے اندر معاشرتی اصلاح کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

☆☆☆☆☆

منظر کاظمی کے افسانوں میں موضوعاتی پیش کاری کے مطالعے سے قبل ممتاز شیریں کے دو جملے نقل کرتا ہوں جن میں مواد کی عظمت کا اعتراف ہے جو ہمیں منظر کاظمی کی فکری دنیا کو جاننے کی راہ میں معاون ہیں۔ ان کے مطابق:

''مواد معمولی ہو لیکن تکنیک اچھی ہو تو اس سے افسانے میں کچھ جاذبیت تو پیدا ہو جائے گی لیکن بہت اچھا افسانہ نہیں بن پائے گا۔ اس کے برخلاف مواد عظیم ہو، افسانہ میں گہرائی ہو تو تکنیک کی طرف دھیان ہی نہیں ہوتا۔ عظیم مواد معمولی تکنیک میں بھی اپنا احساس عظمت برقرار رکھتا ہے۔''

(اردو افسانہ روایت اور مسائل مرتبہ، پروفیسر گوپی چند نارنگ، ص:۷۸)

مواد اور تکنیک کے درمیان برتری کے قصے ناقدین ادب کے لیے اہم رہے ہیں۔ کچھ نے تکنیک کی عظمت کا اعتراف کیا تو کچھ نے مواد کی برتری کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلے میں بیشتر ناقدوں کا ماننا ہے کہ کہانیاں اپنی تکنیک خود وضع کر لیتی ہیں۔ یہاں فنکار کا مشاہدہ اور اسے برتنے کا انداز زیادہ اہم ہوتا ہے۔ کہانیاں لکھنے سے قبل یہ ذہن میں تیار ہوتا ہے۔ زندگی کے زاویے پر اس کو پرکھا جاتا ہے۔ عمل ردعمل کا خیال رکھا جاتا ہے ان سب کے بعد کہانی ہمارے سامنے آتی ہے۔ افسانہ لکھتے ہوئے یہ نہایت ضروری ہو جاتا ہے کہ واقعات کے بیان میں تاثیر کی خوبی پنہاں کی جائے۔ موضوع سے وابستہ واقعات کی پیش کش سے ہی اچھا افسانہ وجود میں نہیں آ سکتا ہے۔ اس کے لیے ماحول اور تہذیب وثقافت کا درآنا اہمیت رکھتا ہے۔ منظر کاظمی ان افسانہ نگاروں میں سے نہیں ہیں جنھوں نے زیادہ لکھنے کو اچھا تصور کیا۔ انہوں نے ''کم اور بہترین'' کے فارمولے کو اپنایا۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اردو افسانے کو کم افسانے دیئے مگر ان تمام افسانوں میں ایسی خوبیاں ڈال دیں کہ ناقد وقاری ان کی جانب توجہ دینے لگے۔ یہ سلسلہ ہنوز اب بھی باقی ہے کہ جب بھی منظر کاظمی کی افسانہ نگاری کا ذکر آتا ہے، سنجیدہ قارئین کو ان کے افسانوں کی پسندیدگی کا بکھان کرنے لگتے ہیں۔ یہاں یہ بتانا اور بھی اہم ہے کہ منظر کاظمی نے اپنے افسانوں کے عنوان سے بھی قاری کو چونکایا۔ عنوان سنتے یا پڑھتے ہی اس جانب ذہن سوچنے لگے یہ تو فن کار کا کمال ہی کہا جائے گا۔ ''سیاہ غلاف اور کالے جرنیل''، ''آسمان سے گرتی روٹیاں''، ''ایک پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی''، ''سوگز پر دفن ایک کہانی''، ''قصہ بھیم مداری کا'' وغیرہ کی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ ان کے افسانوں میں موضوعاتی تنوع ہے۔ پروفیسر وہاب اشرفی لکھتے ہیں:

''مجھے اس کے اظہار میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ منظر کاظمی نے مسائل کو محض ایک تماشائی کی طرح نہیں دیکھا بلکہ خود کو اس میں حل کر لیا ہے۔ چنانچہ ان کے افسانوں میں مسئلہ اور فن الگ الگ اکائیاں

نہیں بلکہ آپس میں متحد ہو کر ایک ہیں۔ منظر کاظمی نے یہ محسوس کیا کہ انسان کا ذہنی ارتقاء، اس کی سائنسی ترقی، اس کی مادی فتوحات وغیرہ ہر چند کہ قابل لحاظ ہیں لیکن بنیادی طور پر انسان پرسکون نہیں، پرامن نہیں بلکہ سماج اور معاشرے کی ترقی اس کے لئے ایک خرابہ مرتب کرنے کی در پے ہے۔ اس نقطۂ نظر کی بھرپور وضاحت ان کی کہانی ''ایک پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی'' میں ہوتی ہے ایک مختصر کینوس پر پھیلی ہوئی یہ کہانی انسانی ارتقا کے المیہ پر دال ہے۔ یہاں افسانہ نگار نے حیرت انگیز طور پر Condensation کا طریقۂ کار اپنایا ہے ۔انسان کی ترقی کے مدارج بڑی ایمائیت اور رمزیت کے ساتھ بیان کر دیئے گئے ہیں تب انسان گھٹنوں کے بل چلتا تھا، تب انسان اپنی ہی سرگوشی سے سرمشار تھا، پھر اس کے دو پاؤں، ہاتھوں میں سبدل ہوئے اور اب دو ہاتھ اور دو پاؤں کا یہ آدمی خلائی سفر کر رہا ہے۔ لیکن کیا اس کا ارتقاء اسے سکون دے سکا ہے؟ فنکار کا جواب نفی میں ہے۔ یہ ہے ''ایک پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی'' کا موضوع لیکن یہ موضوع محض موضوع ہی نہیں ہے، افسانہ ہے، جس میں افسانہ نگار نے اپنے پڑھنے والوں کو کہانی کہنے کے طلسمی آہنگ میں گم کر رکھا ہے''۔

(منظر نامہ، مرتب: ڈاکٹر ہمایوں اشرف ص: ۹۷۔۹۶)

''ایک پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی'' کی فنکاری معراج پر ہے۔ اس میں انسانی زندگی پرت در پرت کھلتی ہوئی ہمارے سامنے آکھڑی ہوجاتی ہے۔ اسے آدمی کا سفر نامہ کہیں یا انسانی زیست کی گاتھا، ہر ہر قدم پر تجسس قاری کو سحر زدہ کر دیتا ہے۔ اس کے موضوع میں آفاقیت ہے اور بیان میں نیا پن۔ اس طرح افسانہ نگار اپنی بات کہنے میں اور قاری کو اس نکتہ کے سحر میں گرفتار کرنے میں کامیاب ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ اوپر ذکر کیا چکا ہے کہ منظر کاظمی کے یہاں تاریخی واقعات سے وابستہ علامتیں پائیں جاتی ہیں۔ وہ ان واقعات کو اپنی کہانی کے متن میں داخل کرتے ہیں جو ہمارے ذہن میں محفوظ ہوتے ہیں۔ مذکورہ احساسات میں حضرت آدم کی پسلی سے حوا کو پیدا کرنے اور پھر دونوں کے ایک دوسرے کی آواز سننے اور اس سے لذت حاصل کرنے کا ذکر ہے۔ دراصل افسانہ نگار

اس دنیا میں آدم سے لے کر آج تک کی زندگی کو اس انداز سے پیش کرنا چاہتا ہے کہ جس سے انسانی ارتقاء اور اس کے اثرات نیز انسان کے اندر آ گئی خرابیوں کو دکھا سکیں۔

یہ کہانی ہمیں یہ سوچنے کو مجبور کرتی ہے کہ آخر کار ہم نے روز افزوں ترقی کے خواب کیوں دیکھے۔ آخر ان خوابوں سے ہمیں کیا ملا۔ ہم نے ترقی تو کر لی مگر اس ترقی نے ہم سے وہ سب چھین لیا جو ہماری روایت کا حسن تھا۔ جن بنیادوں پر ہم خود کو اشرف المخلوقات کہلاتے تھے۔ اب ہماری فکر اتنی تیز ہوگئی کہ شاخوں سے لپٹنے کا ہنر ہمیں نہیں آتا بلکہ جسموں کی حرارت کے پیچھے ہم بھاگے جا رہے ہیں۔ منظر کاظمی کا یہ افسانہ عنوان اور پیش کاری کے سبب برسوں یاد رکھنے کے قابل ہے۔

منظر کاظمی کے اہم افسانوں میں سے ایک ''سیاہ غلاف اور کالے جرنیل'' ہے۔ اس کا موضوع پیارے نبیؐ کی ذات وصفات ہے۔ اس میں محمدؐ کی زندگی کے واقعات افسانہ بنے ہیں۔ یہ موضوع نہایت اہم اور پاکیزہ تھا لیکن اتنا ہی پر خطر۔ اس لیے تخلیقی فن کاروں کے یہاں یہ موضوع ناپید ہے۔ سیرت کی کتابوں میں آپؐ کے اطوار حسنہ کا ذکر تو خوب خوب ملتا ہے مگر فکشن کے روپ میں شاذ و نادر ہی کسی نے اس موضوع کو برتا ہو۔ آپؐ کے کردار کی بلندی کے قائل سبھی ہیں۔ ان کا کردار اعظم ہے کہ بڑی سی بڑی مصیبتوں کو انھوں نے خوش اسلوبی سے حل اور فتح کر لیا ہے۔ منظر کاظمی نے رمز و اشارے سے ان تمام واقعات کو ''سیاہ غلاف اور کالے جرنیل'' میں پرو دیا ہے۔ اس افسانہ کی خوبی اس کی وہ زبان ہے جو صفات نبویؐ کے افسانوی بیان کے لیے نہایت موزوں ہے۔ اس میں افسانے کی ابتدا سے ہی اسلامی تاریخ کے اوراق ذہن میں آنے لگتے ہیں۔

اسی افسانے میں حضورؐ کے شرح صدر کے واقعے کو آغاز بنایا اور یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ یہ کوئی عام واقعہ نہیں بلکہ قدرت کا عظیم فیصلہ اور انسانیت کا ایک بڑا درس ہے۔ درجہ ذیل جملے میں صرف تاریخی واقعہ کا بیان نہیں ہے بلکہ حضورؐ کے عظمت کی گاتھا بھی موجود ہے۔ قرآن شریف میں اس واقعہ کو بیان کیا گیا۔ منظر کاظمی افسانہ ''سیاہ غلاف اور کالے جرنیل'' میں اس واقعہ کا رنگ دیکھئے:

> ''کوئی شئے جب ملنے والی ہوتی ہے تو اس طرح ملتی ہے کہ سینہ چاک
> کر کے اس میں سے کچھ نکال لیا جاتا ہے اور اس کے بعد بھی ایسا ہوتا
> ہے کہ بہت کچھ مل جاتا ہے۔''

(افسانہ ''سیاہ غلاف اور کالے جرنیل''۔ لکشمن ریکھا، ص: ۱۵)

اس افسانے میں چھٹی صدی عیسوی میں خانہ کعبہ پر حبشی جرنیل ابرہہ کے حملہ کا تاریخی واقعہ رمز و

اشارے میں بیان ہوا ہے۔ تمثیلی پیرائے بیان اس افسانے کی خوبی ہے۔اس افسانے میں قرآن کریم کی کئی آیتوں سے واقعات اخذ کیے گئے ہیں اوران کواستعارہ بنایا گیا ہے۔سورہ الفیل میں اصحاب فیل کا ذکراس افسانے میں آیا ہے۔ اصل میں افسانہ محمدؐ کی حیات اور مقصد حیات پر مبنی ہے۔ اس افسانے میں علامتی اور تجریدی انداز سے سربلندیٔ رسول کے نمایاں پہلوؤں کو پیش کیا گیا ہے۔ پورا افسانہ استعارہ بازی کا عمدہ نمونہ ہے۔تجسس میں بھرپور یہ افسانہ ہمیں تاریخ اسلام کے واقعات کودوبارہ خوانی کا موقع عنایت کرتا ہے۔خانہ کعبہ پر ہزاروں ہاتھیوں پرسوار طاقت ورفوج کے حملہ اور یورش کوابابیلوں نے ختم کر دیا تھا۔طاقتور فوج نازک اندام ابابیلوں کے کارناموں کی تاب نہیں لا سکا۔اس کا اشارہ خوبصورتی سے اس افسانے میں موجود ہے۔اس افسانے میں کئی جگہ سوال بھی قائم کیے گئے ہیں۔کہانی روایت سے تھوڑا الگ ہے۔اس کے بیانیہ میں انفرادیت ہے۔اس میں پختہ سوچ، سنجیدگی اورمہارت پائی جاتی ہے۔

’’آسمان سے گرتی روٹیاں‘‘ ان کا مشہور افسانہ ہے۔اس کہانی میں حضرت یوسفؑ، موسیٰؑ اور فرعون مصر کے واقعات کوعلامتی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔قصہ یوں تو کچھ اور ہے مگر افسانہ نگار اس سے بے حد اہم کام لینا چاہتا ہے۔ یہ کام ہمارے ماضی کے کارناموں پر محیط ہے جن سے سبق لے کر آج کا انسان کامیاب وکامران ہوسکتا ہے۔حضرت موسیٰؑ کی کہانی کوافسانے میں پیش کرنے کا انداز دیکھئے۔ درجہ ذیل اقتباس سے اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے کہ منظر کاظمی الفاظ کے پارکھ ہیں اور مذہبی روایات بیان کرنے پر قادر بھی۔اس واقعہ کا ذکر قرآن شریف میں تفصیل سے آیا ہے۔اس کوکہانی کی بنت میں رکھ کر خیر وشر کے قصے بیان ہوئے ہیں۔یوسفؑ کا خواب میں دیکھنا کہ گیارہ ستارے انہیں سجدہ کر رہے ہیں اس خواب کا اپنے والد سے بیان کرنا، بھائیوں کا حسد کی آگ میں جلنا، شکار کے بہانے جنگل میں کنویں میں ڈال دینا، قافلہ ابن زعر کا اس جنگل سے گذر ہونا اور یوسفؑ کوکنویں سے باہر نکالنا۔عزیز مصر کے ہاتھوں فروخت اور وہاں سے بادشاہ مصر فرعون تک رسائی۔حضرت یعقوب سے ملاقات، ایسے واقعات ہیں جن کومنظر کاظمی نے افسانے کا موضوع بنایا ہے۔اس افسانے میں دونوں پیغمبروں کے واقعات کے پس پردہ آپسی قرابت داری، انسانی نفسیات، حکومت کے درمیان کش مکش اور حسن وتدبر کی اہمیت کو اجالا ہے۔’’آسمان سے گرتی روٹیاں‘‘ ان کی عمدہ کہانیوں میں سے ایک ہے۔’’ایک کجلائی ہوئی شام‘‘ کی علامت میں کئی تاریخی واقعات کا رمز موجود ہے۔روشن صبح اور تاریک شام کوانہوں نے معنویت کے ساتھ تاریخ سے جوڑا ہے۔صبح اور شام کی علامتیں ادب میں پیش کی جاتی رہی ہیں مگر منظر کاظمی نے ان دونوں الفاظ کو وسیع ترین معنوں میں استعمال کرتے ہوئے کجلائی ہوئی شام کوشاہکار افسانے کا موضوع بنا دیا ہے۔

منظر کاظمی کا افسانہ ’’لکشمن ریکھا‘‘ کی بنیاد رامائن کے واقعات ہیں۔نام بھی رامائن کے اس واقعہ

سے اخذ ہے جس میں لکشمن نے سیتا کی حفاظت کے لیے ایک لکیر (ریکھا) کھینچی تھی۔ اس لکیر سے باہر آنے پر ہی (راون کے اصرار اور جذبۂ خدمت کی وجہ سے) سیتا ہرن ہوا تھا۔ رامائن کی یہ کہانی بے حد مقبول ہے اور اس میں پوشیدہ راز سے سبھی واقف ہیں۔ اس واقعہ کو بطور علامت استعمال کرتے ہوئے منظر کاظمی نے بہت سارے اسرار و رموز کو الفاظ کا جامہ عطا کیا ہے۔ افسانہ نگار نے شہری اور دیہاتی زندگی کے درمیان ایک ریکھا کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ گاؤں کا انسان بیکاری، افلاس، بھوک وغیرہ کی وجہ سے شہر کی جانب مراجعت کرتا ہے لیکن کیا شہر ان کے دکھوں کا مداوا ہے۔ جس درد کو ختم کرنے وہ شہر آتا ہے کیا شہر اس کی ضرورتوں کی بھرپائی کر پاتا ہے۔ اگر ضرورتیں کچھ حد تک پوری ہو بھی جاتی ہیں تو اس کی قیمت چکاتے چکاتے اس کا درد پھر سے واپسی کی چاہت میں لگ جاتا ہے۔ یہ تو شہر اور گاؤں کے درمیان پنپنے والا ایک رشتہ ہے لیکن شہر کی عمارتوں، کارتول کی چکنی سڑکوں، فیکٹریوں کے درمیان رہ رہ کر انسان کیا سے کیا ہو جاتا ہے۔ ان حالات و واقعات کو بیان کرنے کے لیے جس طرح کی علامتیں چاہئے تھیں اس کو منظر کاظمی کے خلاقانہ ذہن نے برآمد کرتے ہوئے رامائن کی کہانیوں سے جوڑ لیا۔ سیتا ہرن کا واقعہ اور گیتا کے وہ اشلوک جن میں زندگی کے رنگوں کا درک ہے کو پیش کرتے ہوئے شہری زندگی کے المیہ کو حسن کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اس افسانے کی معنویت یہ ہے کہ زندگی کی رفتار کے ہاتھوں ہم نے مثبت افکار کو ترک کر دیا ہے، جن کی وجہ سے مددگار ہاتھوں کا ملنا بھی بند ہو چکا ہے۔

''کانٹوں کا تاج'' منظر کاظمی کے دیگر افسانوں کی طرح تمثیل کا رنگ رکھتا ہے۔ اس میں حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے دور کے واقعات کو اشاراتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ منظر کاظمی کی یہ خوبی ہے کہ انہوں نے علامتوں کے ذریعہ عصر کو روشن کرنے، درس دینے اور حوالے سے بہرہ ور کرنے کا ذریعہ تلاش رکھا ہے۔ فرعون مصر کے زمانے میں ہی یعقوبؑ نے کنویں سے نکالے ہوئے اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کو دیکھا تھا۔ یہ واقعہ آج بھی سامان عبرت ہے۔ اسی طرح کے ان گنت اسلامی واقعات و اقوال کو منظر کاظمی جیسا افسانہ نگار سنبھالنا چاہتا ہے اور بر وقت اور با موقع اس کے استعمال سے آشنا ہے۔

اس طرح کہانی کو تاریخی واقعات سے جوڑتے ہوئے منظر کاظمی آگے بڑھتے ہیں۔ کانٹوں کا تاج صرف اشارہ ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ روزمرہ کی زندگی کانٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ بڑی بڑی خواہشیں دل میں بسائے آج کا انسان چاند کو تسخیر کرنے کے درپے ہے۔ اپنی امنگوں کو عملی جامہ عطا کرنے کے لیے اس نے ساری کاوشوں کو بروئے کار لانے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی ہے۔ قناعت کی کمی اور جلد بازی نے سارا کام بگاڑ دیا ہے۔ ایسے وقت میں روشنی کی ضرورت تھی جو پہلے ہمارا اثاثہ تھی مگر اب کوئی راہبر نہیں جو ہمیں روشنی دکھائے۔ ہماری ظلمتوں کو شکست دینے کے ہنر سے آگاہ کرے۔ ''سوگز پر دفن ایک کہانی'' فساد کے موضوع پر لکھی گئی کہانی ہے۔ مگر

اس میں ایک تیسرے آدمی کا کردار سچا اور اچھوتا کردار بن گیا ہے۔اس کہانی کا عنوان بھی سچا ہی ہے۔منظر کاظمی نے اس حقیقت کو بڑی دلیری سے افسانے کا روپ عطا کیا ہے۔انہوں نے زکی انور جیسے جیالے افسانہ نویس کی ذہنیت اور سماجی سروکار نیز بے چینی کو دل دوز انداز میں پیش کرنے کی جسارت کی۔انہوں نے پرایا سمجھ لیا۔جن لوگوں کے لیے آخری دم تک آنکھوں میں آنسو لیے رہے انہیں سب نے مل کر ان کنوئیں میں ڈال دیا۔گویا اب وہ تیسرا ہو گئے تھے۔اسی افسانے کا ایک اقتباس سے محظوظ ہوئیے اور اپنے احساس کو تازگی عطا کیجئے:

''تھوڑی ہی دور پر ایک کھلے میدان میں جا کر اس نے اعلان کیا کہ وہ
ایک تیسرا آدمی ہے اور اس اعلان سے کھلبلی مچ گئی۔
''یہ تیسرا آدمی کون ہوتا ہے۔''
''ہم نہیں مانتے۔''
''ہم،ہم ہیں،تم ،تم ہو۔
مگر تیسرا کون ہے؟

جنگلوں کی طرف پھر سے مراجعت کی تیاری کرتا ہوا آج کا انسان منظر کاظمی کا افسانہ ''ایک پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی'' کے عنوان سے ہمیں جھنجھوڑتا ہے۔پرانی شاخ سے لپٹا ہوا آدمی ہمیں آدم معلوم پڑتا ہے، جس نے دنیا میں انسان کی کہانی کا آغاز کیا تھا۔آدم کی تخلیق کے بعد اللہ نے حوا کو بنایا۔پھر اس کائنات میں گل و بوٹے کھلنے لگے۔تخلیق انسان کا راستہ ہموار ہوا۔انسان نے ترقی کے کئی منازل طے کیے اور آخرش بلندیوں پر فائض ہو گیا۔لیکن بلندی نے اسے شہروں کی جانب دھکیل دیا۔اب انسان اتنا پریشان ہے کہ دوبارہ چار ٹانگوں والی حالت میں جانے کا خواستگار ہے۔اب تو جنگلوں میں آبادیاں ہیں۔تھک ہار کر آج کا انسان خود سے مکاشفہ کرتا ہے اور پرانے دنوں کو اچھا تصور کرتا ہے۔بے حیائی اور بے شرمی آج کا فیشن ہے۔چار ٹانگوں کا عہد کے باشندہ بھی ان بے حیائیوں پر شرمندہ ہو جاتے ہیں اس افسانے میں بدلتے حالات،انسان کی ترقی اور اس کا زوال پھر معاشرے پر پڑنے والے منفی اثرات کو موضوع بنایا گیا ہے۔

''طوطے بولتے ہیں'' کا موضوع آج کی سیاست اور سیاست دانوں کی سیاست ہے۔طوطا کو بطور علامت پیش کیا گیا ہے اور اس کے عادات واطوار کو باریک بینی سے کہانی کا حصہ بنا کر آج کی صورت حال کو نمایاں کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔جس طرح آج کے سیاست داں ڈائس پر کھڑے ہو کر پہلے کھانستے ہیں پھر رٹے

رٹائے جملے بولتے ہیں۔تالیوں کی آواز پر خوش ہوکر کچھ دیر کے لیے خاموش ہوتے ہیں۔ یہ ساری باتیں افسانہ ''طوطے بولتے ہیں'' میں متشکل ہوتی ہیں۔طوطے کی تقریر سننے اوراس کو دیکھنے والوں کی بھیڑ کا ذکر بڑے ہی اچھے انداز میں افسانہ نگار نے کیا ہے۔

افسانوی مجموعہ ''لکشمن ریکھا'' میں شامل ایک افسانہ '' آخری دروازے سے گزرتے لوگ'' کے اندرون میں عوامی مسائل اوراس کی کرب ناکی موجود ہے۔اس میں علامتیں کہیں پوری طرح واضح ہیں تو کہیں انسانی نفسیات کی طرح گنجلک۔دوکردار جن کے سروں پر گٹھری ہے نامعلوم دروازے سے گزرنا ان کے لیے محال ہے کہ بھیڑ نے ان کو مجبور کررکھا ہے۔بھیڑ کیا ہے سب کے سب دروازے سے گزرنے والے لوگ ہیں۔اس میں جوکردار فعال ہے وہ ہے نوجوان کا کردار جن کی ہتھیلی پر گندم کے دانے ہیں جن کی تعداد وہ آنے والوں کو بتانا اور پوچھنا چاہ رہا ہے۔اسی طرح ہرکوئی دروازے سے باہر نکلنے کی فکر میں چینٹیوں کی طرح رینگ رہے ہیں۔ پیچھے آنے والے کی طاقت کا بوجھ بھی انہیں متزلزل کرر ہا ہے۔گویا دروازے سے گزرنے والے لوگوں کی سانسیں چڑھ گئی ہیں، ایسے میں منظر کاظمی کے یہ جملے افسانہ '' آخری دروازے سے گزرتے لوگ'' کونئی معنویت سے ہم کنار کرتے ہیں ساتھ ہی نئی نسل کی خوشگوار آمد کا مژدہ بھی سناتے ہیں۔

افسانہ ''علاج'' جسمانی رشتوں کی ضرورت اور حالات پر مبنی ایک اچھی کہانی ہے۔اس کے کرداروں میں جنسی رویہ کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ منظر کاظمی ہمدردی کے ساتھ اس غلط روش کو ہدف بنانے میں کامیاب ہوئے ہیں۔اس کہانی کے درون میں شوہر بیوی کے درمیان کے تعلقات،جنسی آسودگی، شہروں میں جنس کے بازار اوراس سے پیدا شدہ بیماری وغیرہ قاری کو ایک پل کے لیے بھی اس سے الگ ہونے نہیں دیتی ہے۔جنس کی بھوک بہت بے چین کرتی ہے اور کبھی کبھی انسان کو شیطان بنا کر چھوڑتی ہے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جنس بہتوں کے لیے تسکین کا سامان ہے۔جنسی بے راہ روی معاشرہ کے لیے ناسور ہے۔تو ریڈ ایریا بہتوں کی زندگی کا سہارا بھی ہے۔ لیکن افسانہ ''علاج'' کا ایک مسئلہ ہے۔اس کا آخری حصہ ملاحظہ کیجئے اور افسانہ نویس کی موضوع پر پکڑ محسوس کیجئے:

> ''سنجوا نے بدبدانا شروع کردیا۔
> یہ جندگی ہے۔ ایک دم گھاؤ ہے۔ اسے کیسے اچھا کریں۔اف سالا ایک دم سمجھ میں نہیں آتا۔اتنا کہتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ میں مرہم لگی پٹی کی طرف دیکھا۔ایک لمحہ کے لئے لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ ہاتھ پھسلتا ہوا اوپر کی طرف آیا تو منگتی کا جیسے دم ہی نکل گیا۔اس اچانک

تکلیف کے لیے وہ کبھی تیار نہ تھی۔ وہ اٹھ بیٹھی۔ مرہم لگی پٹی کو رانوں
کے درمیان سے نکال کر اس نے سنجوا کے منہ پر دے مارا۔
سالا پاگل ہوگیا ہے۔اتنی سے بات سے دل چھوٹا کرتا ہے۔"

(افسانہ علاج، سہ ماہی ہمالیہ، کلکتہ، جنوری ۱۹۶۴ء)

موضوعاتی اعتبار سے منظر کاظمی کے یہاں تنوع ہے۔ ہر طرح کے موضوعات کو انھوں نے اپنی کہانیوں میں برتا ہے۔ اسلامی تاریخ سے وابستہ واقعات کو استعاراتی انداز سے برتنے میں ان کو مہارت ہے۔ لکشمن ریکھا کے افسانوں میں تاریخی واقعات کا اشاراتی انداز ان کو دوسرے افسانہ نگاروں سے انفرادیت بخشتا ہے۔ ان کے افسانوں میں معاشرے کی ناہمواریاں، چھوٹے چھوٹے مگر دیرپا اثرات والے واقعات اور زمین سے جڑی ہوئی سچائیاں واضح طور پر دکھائی دیتی ہیں۔ منظر کاظمی کا تعلق گاؤں سے رہا ہے۔ ان کا بچپن گاؤں میں گزرا۔ ابتدائی سے ثانوی سطح کی تعلیم گاؤں میں ہوئی۔ اس کے بعد دیہات نما شہر سے تعلق ہوا۔ پھر شہر آہن جمشید پور ان کا میدان عمل بنا۔ ان کا یہ سفر ان کی زندگی میں تحفہ سے کم نہ تھا۔ تجربات کی بھٹی میں تپ کر وہ کندن بنے۔ زندگی کی سچائی کو دیکھا تو پر فریب زندگی کا تماشہ بھی ان کی نگاہوں کے سامنے تھا۔ اس لیے ان کے افسانوں میں سماجی اور سیاسی مسائل اور ان سے وابستہ بے شمار افکار ملتے ہیں۔ چونکہ افسانہ لکھنے کا ان کا انداز الگ ہے اس لیے بین السطور مشاہدہ ٹپکتا ہے۔ ان کے افسانوں کا مطالعہ یہ واضح کرتا ہے کہ ان کے اندر معاشرتی اصلاح کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔